

اسمبلی رپورٹ (مباحثات)

سینٹالیسواں اجلاس

بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ 19 نومبر 2021ء بروز جمعہ بمطابق 13 ربیع الثانی 1443 ہجری،

صفحہ نمبر	مندرجات	نمبر شمار
03	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	1
04	چیئرمینوں کے پینل کا اعلان۔	2
15	رخصت کی درخواستیں۔	3
16	قرارداد نمبر 124 منجانب: نصر اللہ خان زیرے، رکن اسمبلی۔	4
21	قرارداد نمبر 125 منجانب: میرزا بدلی ریکی، رکن اسمبلی۔	5

ایوان کے عہدیدار

قائم مقام اسپیکر ----- سردار بابر خان موسیٰ خیل

ایوان کے افسران

سیکرٹری اسمبلی ----- جناب طاہر شاہ کاکڑ
اسپیشل سیکرٹری (قانون سازی) -- جناب عبدالرحمن
چیف رپورٹر ----- جناب مقبول احمد شاہوانی

☆☆☆

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 19 نومبر 2021ء بروز جمعہ بمطابق 13 ربیع الثانی 1443 ہجری، بوقت سہ پہر 04 بجکر 20 منٹ پر زیر صدارت سردار بابر خان موسیٰ خیل، قائم مقام اسپیکر بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کونٹہ میں منعقد ہوا۔
جناب قائم مقام اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴿١﴾ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٢﴾ هُوَ الَّذِي

يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ط وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ

رَحِيمًا ﴿٣﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ ﴿٤﴾ وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا ﴿٥﴾

﴿پارہ نمبر ۲۲ سُورَةُ الاحزاب آیات نمبر ۴۱ تا ۴۴﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی بہت سی یاد۔ اور پاکی بولتے رہو اُس کی صبح اور شام۔ وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے تم پر اور اُس کے فرشتے تاکہ نکالے تم کو اندھیروں سے اُجالے میں اور ہے ایمان والوں پر مہربان۔ دعا ان کی جس دن اُس سے ملیں گے سلام ہے اور تیار رکھا ہے ان کے واسطے ثواب عزت کا۔
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيمُ۔

☆☆☆

جناب قائم مقام اسپیکر: جزاک اللہ۔ میں قواعد و انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے

قاعدہ نمبر 13 کے تحت ذیل اراکین اسمبلی کو رواں اجلاس کیلئے پینل آف چیئرمین کیلئے نامزد کرتا ہوں:

۱۔ جناب قادر علی نائل۔

۲۔ جناب سلیم احمد کھوسہ۔

۳۔ جناب اصغر علی ترین۔

۴۔ میر یونس عزیز زہری۔

جناب قائم مقام اسپیکر: جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 133 دریافت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! ایسا ہے کہ منسٹر صاحب آج نہیں آئے ہیں انہوں

نے ریکویسٹ کی ہے کہ ان کے سوالات جو لوکل گورنمنٹ کے ہیں وہ ڈیفیر کیئے جائیں۔ چونکہ انہوں

نے نئے ڈیپارٹمنٹ کا چارج سنبھالا ہے تو میرے خیال سے یہ سوالات اگر ڈیفیر کیئے جائیں آپ سے

ریکویسٹ ہے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: صحیح ہے یہ سارے سوالات اگلے اجلاس کیلئے ڈیفیر کیئے جاتے ہیں۔

میر یونس عزیز زہری: جناب اسپیکر صاحب! آپ ذرا یہ بھی تو دیکھ لیں یہ سوالات کتنی دفعہ ڈیفیر

ہو رہے ہیں۔

جناب قائم مقام اسپیکر: ابھی حالات چینیج ہو گئے ہیں آپ کو بہتر علم ہوگا۔

میر یونس عزیز زہری: نہیں حالات وہی ہیں وہی وہ لوگ ہیں۔

جناب قائم مقام اسپیکر: تو ابھی منسٹر نے کہا کہ میں نے محلکے کا۔۔۔

میر یونس عزیز زہری: وہی پرانا وزیر ہے اس کے دور کے سوالات ہیں۔

جناب قائم مقام اسپیکر: نہیں بیچ میں آٹھ، دس مہینے سائیڈ پر ہو گئے۔

میر یونس عزیز زہری: دیکھئے جناب اسپیکر صاحب! آپ نے پہلے کہا تھا آپ نے رولنگ دی تھی

آپ کی رولنگ کو کوئی وزیر نہیں مان رہا ہے ان کو پابند کر لیں۔ آپ نے خود کہا تھا کہ جن کے سوالات

ہوں گے تو وہ وزیر حاضر ہوں۔ ابھی آپ دیکھ لیں سر ایک سال پہلے کے سوالات ہیں ابھی تو ہم بھی

بھول گئے ہیں۔

جناب قائم مقام اسپیکر: اگلے اجلاس میں انشاء اللہ ان کو پابند کرتے ہیں۔

میر یونس عزیز زہری: پچھلے اجلاس میں بھی آپ نے ان سوالات کو ڈیفیر کیا تھا۔

جناب قائم مقام اسپیکر: میر یونس عزیز صاحب! اصل میں منسٹر چینیج ہو گیا وزیر اعلیٰ چینیج ہو گیا آپ

کہاں تھے؟

میر پونس عزیز زہری: جناب اسپیکر صاحب! یہ اُسی کے دور کے ہیں یہ کب کے لئے رکھیں گے؟

جناب قائم مقام اسپیکر: ان کو اگلے اجلاس کیلئے ڈیفر کئے جاتے ہیں۔

جناب قائم مقام اسپیکر: سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔ جی نواب صاحب۔

نواب محمد اسلم خان ریسائی: پاکستان میں ایک بڑا اہم مسئلہ ہے۔ میرے خیال میں ترقی سے ایٹم بم سے کشمیر سے فلسطین سے سب سے زیادہ اہم مسئلہ ہے کہ ہمارے لوگ اغوا ہو رہے ہیں۔ چار پانچ دن پہلے بلوچستان یونیورسٹی سے دو اسٹوڈنٹس کو اغوا کیا گیا ہے۔ اچھا! پہلے تو گھروں سے اغوا کرتے تھے تو لوگ گھروں میں نہیں رہتے تھے، کہیں پہاڑوں میں جاتے تھے کہیں اور چھپ جاتے تھے۔ اب تو حالات اس طرح ہیں کہ ہمارے لوگوں کو یونیورسٹیوں سے، اسکولوں سے اٹھایا جا رہا ہے۔ اور ابھی تو ہم پر تعلیم کے دروازے بھی سرکار بند کر رہی ہے۔ تو جناب! اس مسئلے میں سارے ایوان سے گزارش ہے جتنے بھی یہاں موجود اراکین بیٹھے ہیں سب سے میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ جو اغوا ہوئے ہیں ہمارے لوگ ان کے خلاف آپ پوری اسمبلی اکٹھے ہو کر احتجاج کریں اور اسلام آباد سے مطالبہ کریں، آرمی چیف سے، انٹیلی جنس ایجنسیز سے کہ ہمارے لوگوں کو آپ کیوں اغوا کرتے ہیں۔ اگر ہمارے لوگوں کے خلاف کوئی کیس ہے تو آپ ان کو عدالت میں پیش کریں آپ ان کو قانون کے مطابق سزا دیں۔ آپ اٹھا کے لے جاتے ہیں ان کو مار کٹائی کر کے ایک دن ان کی مسخ شدہ لاش کسی گلی میں، کسی کنوئیں میں پھینک دیں گے۔ تو جناب اسپیکر! اس بارے میں میں سارے ایوان سے خصوصاً سردار صاحب سے یہ گزارش کروں گا اور اپوزیشن ساتھیوں سے سب سے گزارش کرتا ہوں کہ مسنگ پرسنز کے بارے میں ہمارے معزز ایوان ایک پالیسی بنائے۔ ہم مسنگ پرسنز کی پرزور مذمت کرتے ہیں جناب اسپیکر! جو بھی کر رہے ہیں اس بارے میں آپ کو پالیسی بنانی چاہیے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: شکریہ۔ میرے خیال سے پوائنٹ آف آرڈر پر وہی بندہ بات کر سکتا ہے۔

جناب نصر اللہ خان زہری: جناب اسپیکر صاحب! اس میں بہت ساری باتیں ہیں۔ یقیناً حکومت نئی آئی

ہے اور کیم نومبر کو یونیورسٹی ہاسٹل سے دو اسٹوڈنٹس کو اٹھایا جاتا ہے۔ گھر والوں کو شاید یہ تھا کہ یہ بچے ہاسٹل میں

ہوں گے۔ اور ہاسٹل کے دوست سمجھ رہے تھے کہ یہ گھر میں ہوں گے۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ اغوا کیے گئے ہیں، کسی

ادارے نے اٹھایا ہے۔ پھر اسٹوڈنٹس نے جا کر کے احتجاج کیا یونیورسٹی میں یونیورسٹی کے تمام امتحانات ملتوی

ہو گئے، دھرنا جاری ہے۔ جناب! پھر حکومت نے ایک کمیٹی بنائی سردار عبدالرحمن کھتیر ان کی سربراہی میں جس

میں مجھے بھی ڈالا گیا، احمد نواز بھائی کو ڈالا گیا، سیکرٹری ہائیر ایجوکیشن کو اور کمشنر کوئٹہ کو۔ میں اور احمد نواز گئے اُن اسٹوڈنٹس سے ہم ملے اُن سے ہم نے بات کی، پھر سردار صاحب خود ان کے پاس گئے۔ لیکن یکم نومبر سے لیکر کے آج 19 نومبر ہے۔ 19 دن یہ اسٹوڈنٹس بیچارے اُن کے ماں باپ اگر خدا نخواستہ ان کے خلاف کوئی ہے، کسی ادارے کے پاس، تو میٹک انہیں پولیس تھانے کے حوالے کریں انہیں عدالت کے سامنے پیش کریں۔ اس طرح بچوں کو طلباء کو اغوا کرنا کسی بھی ادارے کیلئے اس سے، دیکھیں ہاسٹل ہے والدین اپنے بچوں کو سبق کیلئے بھیج رہے ہیں تعلیم کیلئے کہ ہاسٹل میں جائیں۔ لیکن اس کے بدلے انہیں اغوا کرنا اور 19 دن گزر گئے یونیورسٹی بند ہے اسٹوڈنٹس ہڑتال پر ہیں امتحانات ملتوی ہو گئے ہیں پروفیسر پریشان ہیں تمام اسٹوڈنٹس پریشان ہیں۔ تو میری ریکویسٹ ہوگی نئی حکومت سے وزیر اعلیٰ صاحب ہیں انہوں نے کہا منسٹر صاحب ہیں۔ جناب اسپیکر! جس طرح نواب صاحب نے کہا میری بھی گزارش ہوگی ملک کے تمام اداروں سے۔ آپ کل کا جنگ اخبار اٹھا کر دیکھ لیں اسکی بڑی سرخی تھی کہ رضوی صاحب رہا ہو گئے ریاست نے شکست کھائی آپ ان سے مذاکرات کر رہے ہیں آپ ٹی ٹی پی سے مذاکرات کر رہے ہیں آپ ایک منتخب قومی اسمبلی کے رکن ہیں، آج ان کا ایک سال پورا ہو رہا ہے علی وزیر کا۔ علی وزیر کے گھر کے سولہ بندے ٹارگٹ کلنگ میں شہید کئے گئے، وہ جیل میں ایک سال سے پڑا ہے۔ ابھی نومبر میں اس کا ایک سال پورا ہو گیا۔ اور جس نے دس پولیس والوں کو پنجاب میں مارا۔ جس نے ڈھائی ہزار پولیس والوں کو زخمی کیا اُنکے خلاف تمام مقدمات واپس لے کر کے انہیں باعزت بری کیا گیا۔ کتنا تضاد ہے کہ آپ کا پشتونوں کیساتھ رویہ، ہمارے بلوچ اسٹوڈنٹس کیساتھ آپ کا رویہ اس ریاست کا رویہ کہ علی وزیر قومی اسمبلی کا ممبر ہے، وہ ایک سال سے جیل میں ہے۔ کوئی بھی گناہ اس کے اوپر نہیں ہے اس نے نہ قتل کیا ہے نہ پولیس والوں کو مارا ہے نہ تشدد کیا ہے۔ لیکن اُس کے بدلے باقی لوگ، اُن کو آزادی ملی ہوئی ہے۔ جناب اسپیکر! آپ منسٹر صاحب بیٹھے ہیں اختر حسین بھی بات کریں گے ان مسائل کو آپ اٹھائیں۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام اسپیکر: شکریہ۔ جی اختر حسین لاگو صاحب۔

میر اختر حسین لاگو: شکریہ جناب اسپیکر۔ جیسے کہ نواب صاحب نے کہا، یہ منگ پرسن بلوچستان کے منگ پرسنز ہیں اُن کا مسئلہ یہ ابھی کانہیں ہے، یہ 09-2008ء سے، اُس کے بعد سپریم کورٹ تک یہ معاملہ گیا ہے۔ اس کے بعد آئے دن یہ معاملہ بلوچستان میں اس وقت ایک ایسا خوف اور ایسا ایک نفسیاتی معاملہ بن گیا ہے کہ کوئی بھی اسٹوڈنٹ صبح گھر سے نکلتا ہے اپنے تعلیمی ادارے کے لئے وہ خود بھی پریشانی کے عالم میں اور اس کے گھر والے بھی پریشان ہیں کہ وہ شام کو واپس اپنے گھر پہنچتا بھی ہے یا نہیں۔ اب جناب والا! بلوچستان یونیورسٹی

کے اگر آپ ایکٹ کو پڑھ لیں یونیورسٹی premises کے ذمہ دار وہاں کے وائس چانسلر ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی ادارہ کوئی بھی فورس وہ یونیورسٹی premises کے اندر داخل نہیں ہو سکتی کہ وہاں سے کوئی گرفتاری کر لے جیسے بلوچستان اسمبلی کے custodian آپ ہیں آپ جب تک اجازت نہیں دیں کوئی بھی ادارہ کوئی بھی فورس نہ پولیس نہ کوئی بھی law enforcement agencies کے لوگ اس اسمبلی کی چار دیواری کے اندر سے کسی کو گرفتار نہیں کر سکتے جب تک اسپیکر کی اجازت نہ ہو اس کے پاس اسی طرح بلوچستان یونیورسٹی میں وائس چانسلر کی اجازت کے بغیر کوئی بھی بندہ وہاں نہ جا سکتا ہے نہ کسی کو گرفتار کر سکتا ہے۔

تو جناب والا! میرا اس ایوان سے یہ request ہے کہ وائس چانسلر صاحب کو بھی یہاں بلایا جائے کہ اُس نے کس ادارے کو اجازت دی تھی کہ وہاں کے سٹوڈنٹس کو وہاں سے گرفتار کر لیں۔ اب جناب والا! نصر اللہ زیرے بھائی نے جو کمیٹی کی بات کی انہوں نے دو مذاکراتیں اُن سے کی ہیں۔ اُس دن میں اور سردار عبدالرحمن صاحب گئے انہوں نے آئی جی سے بات کی دوسروں سے کہ ہمیں دو تین دن اور سٹوڈنٹس سے مہلت لیکر دیدیں۔ پھر میں اور سردار عبدالرحمن صاحب سٹوڈنٹس کے پاس گئے اُن کی باتیں بھی سنیں اور اُنکے سامنے اپنی request بھی رکھی کہ دو دن تین دن کی مہلت مانگ رہے ہیں۔ انہوں نے ہمیں آج جمعے کی شام تک کی مہلت دی ہے کہ ہم اس احتجاج کے دائرہ کار کو وسیع نہیں کریں گے آپ لوگ جائیں اور جمعے کی شام تک آپ لوگوں کو مہلت ہے۔

جناب والا! آئی جی صاحب انکاری ہیں۔ حالانکہ سی ٹی ڈی کی اس وقت کی جو کاروائیاں ہیں بلوچستان میں وہ پوری دنیا کے سامنے ہیں۔ میں صرف ایک دو مثالیں آپ کو سی ٹی ڈی کی دوں ملک عبید اللہ کاسی کے اغوا اور اُس کے بعد قتل کے حوالے سے سی ٹی ڈی نے اور آئی جی صاحب نے خود پریس کانفرنس کی کہ جی ہم نے ایک ملزم گرفتار کیا ہوا ہے۔ لیکن پشین میں جو سی ٹی ڈی نے آپریشن کیا وہ گرفتار ملزم جو ان کی کسٹڈی میں تھا دوسرے دن ہم نے اخبار میں دیکھا کہ اس کی لاش کی بھی تصویر چھپی ہوئی ہے۔ اسی طرح مستونگ میں ایک واقعہ ہوا تھا اُس میں بھی دو گرفتار ملزمان ان کے ساتھ، جن کا پولیس نے اور آئی جی صاحب نے اور ان کے ذمہ داران نے خود میڈیا کے سامنے آ کے کہا کہ جی یہ ہمارے پاس دو بندے ہم نے گرفتار کئے فلاں فلاں ہم باقی ملزموں کے پیچھے جا رہے ہیں۔ لیکن جب وہاں مستونگ میں آپریشن کیا جاتا ہے آٹھ بندوں کا جب آپریشن میں مارنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے جو دو ملزمان ان کے پاس زیر حراست تھے ان کی لاشیں بھی ان آٹھ، نو بندوں کے درمیان پڑی ہوئی ہیں۔ تو جناب والا! سی ٹی ڈی کا جو کردار ہے بلوچستان میں وہ انتہائی مشکوک ہے۔ ابھی شنید میں آرہا ہے کہ ان کو اٹھانے میں بھی سی ٹی ڈی والوں کا ہاتھ ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بلوچستان یونیورسٹی میں جو سی سی ٹی وی

کیمرے لگے ہوئے ہیں، وہ بچے اور بچیوں کو بلیک میل کرنے کے لئے اسی ایوان میں وہ اسکینڈل بھی کئی بار ڈسکس ہو چکا ہے کہ ان سے بچوں کی ویڈیوز بنا کے ان کو بلیک میلنگ کے لئے استعمال کیا گیا۔ آیا وہ سیکورٹی کیمرے اور وہ سی سی ٹی وی فوٹیج میں یہ جو لوگ یا جس بھی فورس کے لوگ ہیں آیا ان کی تصویریں یا ان کی فوٹیج وہ کیوں ریکارڈ نہیں ہوئیں؟ اس کا وائس چانسلر صاحب سے بھی ہم نے پوچھنا ہے، میری آپ سے request ہے کہ آپ رولنگ دیں اور یہاں ایک پارلیمانی کمیٹی بنائیں، وائس چانسلر کو اور بلوچستان یونیورسٹی کی جو سیکورٹی کے ذمہ داران ہیں ان کو یہاں طلب کر کے ان سے باز پرس کی جائے جناب والا۔

جناب قائم مقام اسپیکر: نہیں، کمیٹی تو ایک بنی ہوئی ہے آپ لوگوں کی، اس کمیٹی کا حصہ ہیں۔

میر اختر حسین لانگو: نہیں جناب والا! آپ رولنگ دیں ان کو ادھری اسمبلی میں بلا لیں کہ سی سی ٹی وی فوٹیج جو اگر ریکارڈ نہیں ہوئی ہیں تو کس وجہ سے؟ کروڑوں روپے کے بجٹ انہوں نے سی سی ٹی وی اور سیکورٹی کے نام پر بلوچستان یونیورسٹی پر خرچ کئے گئے ہیں۔ یا تو وہ پیسے کرپشن کی نذر ہوئے ہیں یا وہ سی سی ٹی وی فوٹیج جان بوجھ کر ڈیلیٹ کئے گئے ہیں اور دوسرا وائس چانسلر بلا کر یہاں اس سے پوچھا جائے کہ آپ نے کس کو اجازت دی تھی کہ وہاں آ کے ان بچوں کو اٹھالیں تاکہ ہم ڈائریکٹ ان اداروں سے رابطہ کریں اور ان سے ہم اپنے بچے مانگیں۔ یہ ہو نہیں سکتا جناب والا! کہ بلوچستان یونیورسٹی کے وائس چانسلر کو یہ پتہ نہ ہو کہ بچوں کو ہاسٹل سے کس نے اغوا کیا ہے۔ یہ باقاعدہ ان کی consensus سے ہوا ہوگا۔ یہ بالکل ان کے علم میں ہے میں یہ بات اس ذمہ دار فورم پر ایک ذمہ دار رکن اسمبلی کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں۔ آپ وائس چانسلر کو بلا لیں، اگر ان کو پتہ نہیں ہے تو پھر وہ انتہائی نااہل قسم کے وائس چانسلر ہے ان کو فوراً یونیورسٹی بے دخل کیا جانا چاہیے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: شکریہ اختر حسین لانگو صاحب، جی احمد نواز بلوچ صاحب۔

میر احمد نواز بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر۔ جناب اسپیکر! بالکل میں بھی انہی اسٹوڈنٹس کے لئے کچھ فریڈ آپ کی اس اسمبلی تک پہنچانے کے لئے آیا ہوں۔ میں اس کمیٹی کا رکن بھی ہوں۔ جناب اسپیکر! day one سے سردار صاحب کی جو محنت ہے جس طریقے سے اس کو چلا رہے ہیں سی ایم صاحب اور ہم سب نے بیٹھ کر اس مسئلے کو بالکل باریک بینی سے دیکھا۔ کیونکہ اُس دوران کچھ اور بھی یہاں portfolios کا بھی مسئلہ تھا۔ اُس کے بعد سی ایم صاحب سے ہمارا رابطہ نہیں ہوا سردار صاحب بیٹھے ہیں وہ جواب دیں گے۔ جناب اسپیکر! دن کی روشنی میں ہمارے بچوں کو دن دیہاڑے جو سی ٹی وی کی کہلاتا ہے وہ میرے خیال میں ایک سفید ہاتھی بن چکا ہے جہاں بھی جو کچھ بھی کریں اس کے لئے کوئی قانون وغیرہ نہیں ہے۔ جناب اسپیکر! یہ بچے پاکستان کے ٹاپ لیول کے

پوزیشن ہولڈرز ہیں۔ ان کی ایجوکیشن ایسی ہوئی ہے کہ غریب بچوں کو پڑھاتے ہیں جناب اسپیکر! اپنے علاقوں میں یا ہاسٹل میں، یہ غریب بچے ہیں، ایک کی توفیس بھی میں نے جمع کی ہے جناب اسپیکر! مجھے نہیں کہنا چاہیے مگر اُن کے والدین سے پوچھ کے آئیں یہاں ایک کمیٹی بنائیں میں ان کا گھر بھی آپ کو دکھاتا ہوں کہ وہ کس حال میں ہیں۔ تو جتنے بھی دوست یہاں بول رہے ہیں میں ان کی تائید کرتا ہوں اگر یونیورسٹی میں اتنی ساری سیکورٹی کے ہوتے ہوئے یہ دو معصوم بچے اپنے ہاسٹل سے غائب ہو جاتے ہیں یونیورسٹی کے سارے بچے گواہ ہیں کہ وہ یونیورسٹی کی باؤنڈری کے اندر تھے۔ تو وہ کیمرے کہاں چلے گئے یونیورسٹی میں کروڑوں اربوں روپے کے فنڈز آتے ہیں اور اتنی بڑی سیکورٹی ہے، وہاں ایف سی ہے، پولیس ہے اور ادارے بھی ہیں۔ جناب اسپیکر! آیا یہی دو بچے دہشتگرد ہیں جناب اسپیکر! ان بچوں کا قصور یہ ہے کہ یہ غریب بچوں کو پڑھاتے تھے علم سیکھاتے تھے اور اپنی آنے والی نسلوں کے لئے ان کی رہنمائی کر رہے تھے۔ تو جناب اسپیکر! اُس کمیٹی میں تھے شروع دن سے ہم ان کے ساتھ مذاکرات میں تھے جو ہم نے کہا وہ اسٹوڈنٹس نے مان لیں۔ مگر گورنمنٹ سائیڈ سے ابھی تک کچھ نہیں ہو رہا ہے۔ جناب اسپیکر! اس کے لئے ظاہر ہے ہماری بچیاں بھی ان کے ساتھ رضا کارانہ طور پر تمام بلوچ پشتون جتنی بھی وہاں اسٹوڈنٹس تنظیمیں ہیں نیوٹرل بچے ہیں وہ سب وہاں پے رضا کارانہ طور پر دھرنے پر بیٹھے ہیں جناب اسپیکر! جب ہمارے اُن کے ساتھ مذاکرات ہوئے جو مذاکراتی کمیٹی تھی جناب اسپیکر! وہ جو ہم نے کہا کہ ہمیں پانچ دن دیدیں وہ انہوں نے ہمیں پانچ دن کے بجائے چار دن دیدیئے تاکہ ان کا یہ مسئلہ حل کریں۔ مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہوا ہے اللہ کرے یہ مسئلہ حل ہو جائے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: شکر یہ احمد نواز بلوچ صاحب۔

میر احمد نواز بلوچ: جناب اسپیکر! میں بار بار کہہ رہا ہوں جب چودہ اگست آتا ہے تو ہمارے علاقوں میں ایک سیاہ ماتم ہوتا ہے۔ میرے علاقے سے بھی دو تین بچے ابھی تک مسنگ ہیں جس میں فخر الدین قمبرانی ہے۔ اُس کو بھی ایک مہینہ ہو رہا ہے یہ بھی ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتا ہے۔ جناب اسپیکر! اس کو بھی ایک ماہ ہو گیا ہے یہی سی ٹی ڈی والے لے گئے ہیں۔ جو اختر حسین بھائی نے کہا کہ ہمارے علاقوں میں ہرنائی میں انہوں نے مارا، اسپلنچی میرا ہوم ٹاؤن ہے اس میں بھی انہوں نے نو بندوں کا شوکیا میں کل اسپلنچی سے آیا تھا کہ ہمارے علاقے میں ایسا کوئی دہشتگرد نہیں ہے جناب اسپیکر! ظاہر ہے سب شریف شہری ہیں وہاں ایف سی کی ایک چیک پوسٹ ہے میرا خیال ہے وہاں دہشتگرد کیسے گھس آتے ہیں اور سی ٹی ڈی جا کر ان پر raid کرتا ہے۔ میں بھی اُن کا ایم پی اے ہوں کل گیا ہوں میری بھی انٹری ہوئی ہے۔ مجھے بھی وہاں ایف سی والے کھڑا کر کے کہتے ہیں کہ سر! کہاں

سے آرہے ہو کہاں جا رہے ہوسر۔ تو یہ ہمارا حال ہے جناب! جتنے بھی غیر قانونی چیک پوسٹیں ہیں ان کو ختم کیا جائے اور بلوچستان کے شہریوں کو عزت دی جائے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: شکریہ احمد نواز صاحب، جی زاہد علی ریکی صاحب۔

میرزا بدلی ریکی: بسم اللہ الرحمن الرحیم، thank you جناب اسپیکر صاحب۔ سردار صاحب واقعی ہمارے دوستوں نے بات کی یونیورسٹی کے بچے چاہے جدھر کے بھی ہیں سی ایم صاحب یہاں نہیں ہیں بیمار ہیں اللہ و تعالیٰ ان کو شفا کے کاملہ عطا فرمائے۔ اور سردار صاحب سے بڑی اُمیدیں وابسطہ ہیں انشاء اللہ یہ جو کمیٹی بنی ہے اس سے جلد از جلد ان بچوں کو بازیاب کر کے اور یونیورسٹی کا جو نظام رُکا ہوا ہے اتنے دنوں سے، وہ فعال ہو جائے۔ دوسرا جناب اسپیکر صاحب! 25 تاریخ کو میرا خیال ہے 25 اکتوبر تھا ہمارے اسپیکر اس ٹائم قدوس صاحب تھے۔ ثناء بلوچ صاحب اٹھے تھے تو یہ جو دو مہینے ستمبر، اکتوبر کے درمیان میں جتنے ہمارے next جو سابق سی ایم تھے جام صاحب ان کی اپنی کابینہ کے لوگوں نے دھڑا دھڑا ٹینڈرز بھی کئے تھے تمام ڈیپارٹمنٹس سے۔ پھر ثناء صاحب اٹھ گئے تھے باقاعدہ اسمیں رولنگ دی ہوئی تھی۔ جناب اسپیکر صاحب! رولنگ بھی ہوئی تھی پچیس اکتوبر کو تو ابھی تک اس پر عملدرآمد نہیں ہوا ہے۔ اور ابھی تو سی ایم صاحب بیمار ہیں ہم سردار صاحب بھی یہی توقع رکھتے ہیں انکی کابینہ بھی آئی ہوئی ہے۔ ابھی کابینہ بھی نئی بن گئی ہے ہم کہتے ہیں جلد از جلد ان دو مہینوں میں جو ٹینڈرز ہوئے ہیں ان کو کینسل کر کے فریش، ہر کوئی اپنے محلے کے ٹینڈروں کو ری ٹینڈر کر دیں۔ اُس میں صاف و شفاف طریقے سے ایکسپینین بھی چاہئیں۔ اس وجہ سے میں نے کہا کہ جناب اسپیکر صاحب! سردار کے نانچ میں یہ لانا چاہتا ہوں۔ اور وہ جو رولنگ ہوئی ہے یہ رولنگ ابھی تقریباً یہ پچیس دن ہوئے ہیں ابھی تک اُس پر عملدرآمد نہیں ہوا ہے۔ سیکرٹری صاحب کے پاس اُس کی فائل بھی ہے۔ پتہ نہیں یہ کیا وجہ ہے سردار صاحب! آپ سے بھی یہی request ہے، اس پر کچھ بات کریں۔

جناب قائم مقام اسپیکر: شکریہ زاہد علی ریکی صاحب۔ جی کھیتراں صاحب! یونیورسٹی کے واقعہ سے متعلق اگر کچھ بات کرنا چاہیں۔

سردار عبدالرحمن کھیتراں (وزیر مواصلات و تعمیرات): شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔ سب سے پہلے تو میں ایک گزارش کروں گا کہ ہمارے آئی جی بلوچستان طاہر کے چھوٹے بھائی وفات پا گئے ہیں اُنکے لیے ایک فاتحہ خوانی کرادیں پھر میں اس پر بولوں گا۔

جناب قائم مقام اسپیکر: جی مولوی صاحب! آئی جی صاحب کے بھائی کے لیے دعائے مغفرت کی جائے۔

میر احمد نواز بلوچ: جناب اسپیکر! ہمارے نیپ کے پرانے کارکن ڈاکٹر عبدالوہاب ہنگڑوئی صاحب وہ بھی فوت ہوئے ہیں ان کے لیے دعا کریں۔

جناب قادر علی نائل: جناب اسپیکر صاحب! یہ جو واقعہ ہوا ہے BMC Hospital کا ایک کمسن بچہ ہے اس کا ایک اندوہناک واقعہ ہوا ہے اس کی مغفرت کے لیے بھی دعا کریں۔

جناب قائم مقام اسپیکر: مولوی صاحب! ان سب کی مغفرت کے لیے دعا کریں۔
(دُعائے مغفرت کی گئی)

جناب قائم مقام اسپیکر: میں رکن قومی اسمبلی محترمہ منورہ بلوچ کو بلوچستان اسمبلی آمد پر خوش آمدید کہتا ہوں۔ وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب اسپیکر صاحب! اس پر جو دو بچے مسنگ ہیں، اس کمیٹی کا مجھے چیئر مین،

ماما احمد نواز ہے، نصر اللہ زیرے ہے، کمشنر کوئٹہ ہے، اس کے ساتھ ساتھ CCPO وغیرہ یہ سارے اس کا حصہ ہیں۔ میں ان بچوں کا مشکور ہوں جو ہڑتال پر تھے، ہم گئے حمل کھمتی، احمد نواز صاحب، ملک نصیر صاحب،

انہوں نے ہمیں honour دی، چار دن کی مہلت دی، انہوں نے اپنا احتجاج ختم کیا۔ بد قسمتی سمجھیں یا ایک کوئی coincident سمجھیں کہ دو دن پہلے پریزیڈنٹ صاحب آئے VIP movement اور جو سلسلہ رہا تو

اُسے ہم کوئی خاص progress نہیں کر سکے۔ پھر ہم گئے اس دن میں اختر حسین لائو اور کمشنر کوئٹہ CCPO پھر ہم ان بچوں کے پاس گئے انہوں نے آج جمعہ کی شام تک کی ہمیں مہلت دی ہے۔ احتجاج تو وہ

پورے صوبے میں کرنا چاہے تھے تمام ادارے سڑکوں پر بیٹھنا لیکن میں ان بچوں کا ان تنظیموں کا مشکور ہوں کہ انہوں نے ہمیں پھر عزت دی۔ اور صرف وہ یونیورسٹی کی اکیڈمی کو اور اسکول کارڈن آف کیا باقی اب اسمیں جو سلسلہ

ہے یہ مسئلہ میں نے اور سی ایم صاحب نے، گورنر صاحب نے، صدر مملکت جب یہاں آئے ہوئے تھے ان کے سامنے اُٹھایا۔ ان کے دو ایٹوز ہیں ایک تو دو بچے جو غائب ہیں وہ بازیاب ہونے چاہئیں۔ اور دوسرا سیکورٹی

فورسز، تعلیمی اداروں میں جو انکا عمل دخل ہے یا بہت ساری جگہوں پر انہوں نے باضابطہ اپنے کیمپ لگائے ہوئے ہیں انکا خاتمہ۔ جہاں تک سیکورٹی فورسز کی یونیورسٹی کی حد تک ایف سی ہے یا جو بھی ادارے بیٹھے ہوئے

ہیں، وائس چانسلر سے ہماری میٹنگ ہوئی بقول اُسکے کہ 70% ہم نے وہاں سے ان کو ختم کر دیا ہے 30% رہتے ہیں۔ OK ہم 30% بھی مان لیتے ہیں لیکن 30% کا کیا جواز بنتا ہے کہ آپ بندوق کی نوک پر بچوں

سے تعلیم حاصل کرائیں گے یا ہم اُس چیز سے مطمئن نہیں ہیں وائس چانسلر کے بیانات سے اُس سلسلے میں جن

تینوں کا میں نے نام لیا گورنر صاحب، سی ایم صاحب اور میں۔ سیکرٹری وہاں موجود تھا، اُس کا ملٹری سیکرٹری موجود تھا ہم نے یہی گزارش کی کہ آپ انہیں involve ہوں۔ یہ سیکورٹی فورسز کا سلسلہ۔ تو صدر صاحب نے ہمیں یقین دہانی کرائی کہ انشاء اللہ میں جا کر اسلام آباد میں بھی اس کو ٹیک اپ کروں گا اور جیسا کہ پہلے وقتوں میں ایک چوکی ہوتی تھی یا ڈی ایس پی بیٹھا ہوتا تھا یا یہ سلسلہ ہوتا تھا اُس کی حد تک ہم اس کو لے آئیں گے اور باقی سیکورٹی فورسز کا جو عمل دخل ہے ہم وہ ختم کریں گے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: شکریہ کھیران صاحب۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: تو اُس سلسلے میں پھر میری اور گورنر صاحب کی میٹنگ ہوئی۔ اُس میں وائس چانسلر کو دوبارہ کال کی گئی جہاں تک یونیورسٹی میں کیمروں کا سوال ہے، 160 کیمرے تقریباً لگے ہوئے ہیں وہاں۔ تو گورنر صاحب نے اسکو بڑا serious لیا۔ عجیب منطق ہے کہ 160 کیمرے لگے ہوئے ہیں کوئی یو پی ایس نہیں ہے۔ اُس کے بیک اپ میں کوئی سولر سسٹم نہیں ہے کوئی بیٹریز نہیں ہیں۔ وائس چانسلر دائیں، بائیں، شائیں مارتا رہا جس کے جواب سے نہ گورنر صاحب مطمئن ہوئے نہ میں مطمئن ہوا۔ کہ آپ اتنا بڑا سسٹم کروڑوں روپے کا لگا رہے ہیں اور اسکو بیک اپ نہیں دے رہے ہیں۔ ہم اپنے گھروں میں چھ، سات، آٹھ کیمرے لگاتے ہیں اُس کے لیے پو پی ایس ہے یا سولر ہے یا متبادل کوئی بھی سسٹم ہے۔ تو میں نے اس کو کہا کہ دیکھیں آپ کے گرلز ہاسٹل ہیں، ایک ٹرانسفارمر ہے، criminal آئے گا اُس کی ایک تار کاٹے گا آپ کے کیمرے کروڑوں روپے آپ جو خرچ کر چکے ہیں ناکارہ۔ اُس گرلز ہاسٹل میں یا کہیں پر ڈیکیتی یا کوئی قتل وہ اپنی مرضی سے کریں گے اور روانہ ہو جائیں گے آپ کے پاس کوئی سلسلہ نہیں ہے۔ تو immediately گورنر صاحب نے حکم دیا ہے کہ دو دن کے اندر اندر اس کا بیک اپ کمپلیٹ کریں اور مجھے رپورٹ کریں۔ اس حد تک گورنر صاحب نے کہا کہ اگر کہیں سے بھی فنڈز نہیں ملتے یا میرے پاس فنڈز نہیں ہیں یا سی ایم کے پاس فنڈز نہیں ہیں تو میں اپنی جیب سے یہ بیک اپ کے لیے چار یو پی ایس، چھ یو پی ایس وغیرہ لگائیں۔ تو انشاء اللہ آج ہم چیک کریں گے کہ اُس میں، پرسوں کی بات ہے یہ۔ اب کوئی coincident آ رہا ہے پریذیڈنٹ آ گیا، آئی جی صاحب کا بھائی فوت ہو گیا، وہ چلے گئے اُدھر۔ سی ایم صاحب بیمار ہو گئے۔ سی ایم صاحب نے اسکو serious

full لیا ہوا ہے۔ گورنر صاحب نے serious لیا ہے۔ میں بحیثیت چیئرمین اس کمیٹی کے اپنی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔ اب وہ جو سو پانچ بجے سے لے کر سو اسات ہے، بقول وائس چانسلر کے کہ جی اُس وقت لوڈ شیڈنگ ہے۔ اور یہ جو دو بچے جو ہیں بقول اُس کے میرا احمد روڈ کی طرف سے اُدھر موٹر سائیکل ملی ہے اور غائب ہوئے ہیں، وہ یونیورسٹی کے premises میں نہیں تھے، بقول اُس کے۔ میں نہیں کہہ رہا ہوں لیکن کہیں سے بھی گئے ہیں بچے گئے ہوئے ہیں یونیورسٹی کے۔ ہمیں ابھی تک یہ پتہ نہیں ہے کہ کونسے ادارے؟۔ آئی جی سے بات ہوئی۔ آئی جی نے قسماً کہا کہ نہ میری پولیس کے پاس ہیں، نہ سی ڈی ٹی کے پاس ہیں۔ اُس کے الفاظ میں دوہرا رہا ہوں۔ تو آسمان تو نہیں کھا گیا ان کو۔ یا زمین تو نہیں نگل گئی؟۔ بندے غائب ہیں۔ چاہے وہ اغواء ہوئے ہیں، کسی ادارے کے ذریعے یا اغواء ہوئے ہیں کوئی ذاتی حساب میں۔ تو یہ ریاست کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اسکو معلوم کریں۔ ہم نے کہا کہ آئی جی سے ہماری بات ہوئی۔ اے سی ایس ہوم سے ہماری بات ہوئی۔ ہم نے کہا کہ اگر وہ black ہیں یا کسی بھی کارروائی میں involve ہیں تو کورٹ آف لاء ہے، آپ متعلقہ تھانے میں اُن کو پیش کریں۔ اُن کے خلاف ایف آئی آر دیں۔ وہ face کریں trial کو investigation کو۔

جناب قائم مقام اسپیکر: میرے خیال سے کھیران صاحب! Monday والے دن پھر اس پر بات کر لیتے ہیں آج میرے خیال سے شام کو یہ آپ کو رپورٹ دے دیں گے ناں آج شام کو۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: آج شام کو کوئی رپورٹ نہیں دے رہا ہے بلکہ بچوں نے ہم کو مہلت دی ہے آج شام تک کیلئے۔ اُس کے بعد وہ دائرہ اپنا وسیع کر رہے ہیں اُن کی جتنی بھی تنظیمیں بیٹھی ہوئی تھیں وہ پورے صوبے کے لیول پر جا رہے ہیں۔ اس سے security point of view سے میں خدشات کا اظہار کروں گا کہ خدانخواستہ چھوٹے بچے ہیں روڈ پر بیٹھے ہیں۔ اور اگر ایک mishap ہو گیا اس کو کوئی نہیں سنبھال سکے گا نہ پاکستان لیول پر کوئی سنبھال سکے گا نہ ہماری حکومت سنبھال سکے گی۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ ابھی تک کوئی ادارہ قبول نہیں کر رہا ہے کہ ہم نے اُٹھایا ہے۔ نہ اُدھر کوئی پروف ہے، دوسری طرف بھی کوئی پروف نہیں ہے، وائس چانسلر deny کر رہا ہے، رجسٹرار deny کر رہا ہے، ادارے deny کر رہے ہیں۔ تو ہم اس پر serious، اختر جان سے لیکر محمد نواز سے لیکر کمیٹی والے، یہ

سٹوڈنٹس بچے سب کے ہوتے ہیں، یہ کسی کی اکیلی ملکیت نہیں ہوتی ہے۔ ہم سب کے بچے ہیں ہم اُن کی زندگی بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہ خدا نخواستہ اُنکو کوئی جیسے ابھی ملک عبید اللہ کا ذکر انہوں نے کیا۔ ہم کسی کو الزام دے رہے تھے اُس کے جو اغوا کار تھے کہیں اور نکل گئے۔ تو ہم چاہتے ہیں کہ اسی ایوان کے through میں بحیثیت کمیٹی کے چیئرمین اور ایک elder کے اُن بچوں سے جو ہڑتال پر بیٹھے ہیں۔ کہ ضرور اپنا احتجاج چھوٹے لیول پر رکھیں۔ ہمیں تھوڑی سی مہلت ملی آئی جی صاحب واپس آجاتے ہیں بھائی کے فاتحہ پر ہیں، اُدھر سے اٹھانا اُنکو کوئی logic نہیں بنتا ہے یا سی ایم صاحب کو بخار تھا اُس کے معدے میں تکلیف تھی۔ تو وہ بھی تشریف لے گئے ہیں کراچی۔ Moday, Tuesday تک وہ بھی آجائیں گے اتنا میں یقین دہانی کراتا ہوں۔ کہ President صاحب نے کہا کہ سیکورٹی فورسز کی حد تک تو انشاء اللہ سی ایم صاحب بھی اس چیز پر agree ہیں کہ ہم اُن کی جو مداخلت ہے، وہ محدود کر دیں گے۔ دوسرے نمبر پر، جو بچوں کی ہے، ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اپنے امان میں رکھے۔ اگر وہ کسی ادارے نے نہیں اٹھائے ہیں تو انشاء اللہ ہم recover کر لیں گے otherwise کیونکہ کیمروں کا ریکارڈ غائب ہے۔ دو گھنٹوں کا ریکارڈ غائب ہے اب hopely یہ لے رہے ہیں کہ اُس وقت لوڈ شیڈنگ تھی۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ لوڈ شیڈنگ تھی یا لوڈ شیڈنگ کی گئی نا۔ یہ تو اللہ اور اُن کے درمیان میں ہے۔ لیکن میں بحیثیت ایک چیئرمین کے اور بحیثیت اس سرزمین کا ادنیٰ سا، میں وائس چانسلر کی کسی بات سے مطمئن نہیں ہوں۔ وہ اُس کا جو مطلب چہرے کی اور ہاتھوں کی اور اُس کی جو movement ہے نا اُس سے میں مطمئن نہیں ہوں ہماری کمیٹی مطمئن نہیں ہے لیکن یہ بہت serious مسئلہ ہے اس کو ہر حال میں یہ گورنمنٹ انجام تک پہنچائے گی انشاء اللہ۔ کسی ادارے کے پاس تھے بھی recover کریں گے اگر کوئی اور اغواء کا رہا تھا بھی ہم انشاء اللہ۔ لامحالہ وہ اگر کوئی پرائیویٹ ہے تو وہ اُنکو ڈیمانڈ دیں گے کوئی ransom کا یا کوئی سلسلہ کریں گے۔ تو میں گزارش کروں گا اپنے ساتھیوں سے بھی، خاص کر ماما احمد نواز کا حلقہ ہے اور وہ بچے میرے سامنے ان کی بات ہوئی ہے اس حد تک غریب ہیں کہ اُن کی فیس بھی ماما احمد نواز دے رہے ہیں۔ لیکن یہ چیزیں بتانے کی نہیں ہیں ہمارا حلقہ ہے ہمارے بچے ہیں۔ کوئی بھی اگر کسی بچے کی امداد کرتا ہے سپورٹ کرتا ہے وہ ایک خاندان کو سپورٹ کر رہا

ہے۔ ایجوکیشن کے حوالے سے سپورٹ کر رہا ہے۔ تو میں چونکہ ماما احمد نواز کا حلقہ ہے تو میں بھی اُن سے گزارش کروں گا کہ ٹھیک ہے یونیورسٹی کی حد تک دو چار دن جو اگر continue کرنا چاہتے ہیں تھوڑا سا ٹائم دے دیں coincident یہ ہو رہی ہے کہ آئی جی بھی چلا گیا لاہور اور سی ایم صاحب بھی اسی طریقے سے میری اور گورنر صاحب صاحب۔ گورنر صاحب بہت زیادہ serious ہیں اس پر اور وہ رابطے کر رہا ہے حتیٰ کہ اُس نے جو میرے سامنے رابطہ کیا ہے، سلسلہ کیا ہے، پاکستان کے لیول پر اُس کے رابطے ہیں۔ انشاء اللہ ہم کسی حد تک پہنچ جائیں گے۔ دوسرا انہوں نے زاہد ریکی نے ٹینڈرز کا حوالہ دیا ہے۔ جہاں تک میرا حکمہ ہے تمام ٹینڈرز ہم اُس جس dates کی انہوں نے بتایا ہے ٹینڈرز جس پوزیشن میں تھے as it is status quo میں ہیں۔ اب Monday, Tuesday سے، ابھی تو کل ہی میں نے بریفنگ لی ہے۔ Monday, Tuesday سے ہم بیٹھ کے دیکھ لیں گے کہ کس کے حلقے میں کس حد تک سابقہ دور میں مداخلت ہوئی۔ تو انشاء اللہ میں معزز رکن کو یقین دلاتا ہوں کہ اُنکو خاص کر میرے محکمے سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ بہت بہت شکر یہ۔

جناب قائم مقام اسپیکر: سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

جناب طاہر شاہ کا کڑ (سیکرٹری اسمبلی): نواب ثناء اللہ زہری صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا رواں اجلاس سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: سردار مسعود علی خان لونی صاحب کو بیٹھ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: انجینئر زمرک خان اچکزئی صاحب کو بیٹھ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: میرضیاء اللہ لانگو صاحب کو بیٹھ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے

سے قاصر رہیں گے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔
سیکرٹری اسمبلی: میر سکندر علی خان عمرانی صاحب کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔
سیکرٹری اسمبلی: ملک نعیم بازئی صاحب کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔
سیکرٹری اسمبلی: جناب ثناء اللہ بلوچ صاحب نے کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا رواں اجلاس سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔
سیکرٹری اسمبلی: محترمہ بشری رند صاحبہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہے گی۔

جناب قائم مقام اسپیکر: آیا رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔
سیکرٹری اسمبلی: رخصت کی درخواستیں ختم۔

جناب قائم مقام اسپیکر: جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب! آپ اپنی قرارداد نمبر 124 پیش کریں۔
جناب نصر اللہ خان زیرے: شکریہ جناب اسپیکر صاحب قرارداد نمبر 124۔

ہر گاہ کہ کوئٹہ شہر میں ٹریفک کے بڑھتے ہوئے رش کی وجہ سے عوام کو سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ جس کی وجہ سے معمول کی زندگی مفلوج ہو کر رہ گئی ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ٹریفک کی روانی کو برقرار رکھنے کیلئے ٹریفک منجمنٹ انجینئرنگ بیورو کے قیام کی بابت فوری طور پر عملی اقدامات کرنے کو یقینی بنائیں۔

جناب قائم مقام اسپیکر: شکریہ۔ اسکی admissibility کی وضاحت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: شکر یہ جناب اسپیکر صاحب۔

جناب قائم مقام اسپیکر: میں سابق اسپیکر بلوچستان اسمبلی جمال شاہ کا کڑ کو بلوچستان اسمبلی آمد پر خوش آمدید کہتا ہوں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: شکر یہ جناب اسپیکر صاحب! ہم بھی انہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔

جناب اسپیکر ٹریفک کے مسائل دُنیا بھر میں ہوتے ہیں۔ دُنیا کے میٹروپولیٹن کارپوریشن سٹیز میں اور نیویارک جیسے شہر میں، ٹوکیو جیسے شہر میں، لندن جیسے شہر میں بھی ٹریفک کے مسائل ہوتے ہیں۔ لیکن دُنیا نے اس بہتر طور پر ٹریفک کو رواں دواں رکھنے کیلئے پورا ایک میکزم بنایا ہے۔ اور اس کیلئے انہوں نے باقاعدہ

طور پر ایک ٹریفک منجمنٹ انجینئرنگ بیورو بنایا ہے۔ جس کے تحت تمام معاملات دُنیا میں وہ شہروں میں چل

رہے ہیں۔ بد قسمتی سے کوئٹہ میں جناب اسپیکر! گاڑیوں کی بہتات اور آبادی کی وجہ سے ٹریفک اتنا رش ہوتا

ہے کہ آپ شہر کے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں تو آپ کو گھنٹوں سفر کرنا پڑتا ہے۔ بڑا مشہور

مقولہ ہے کہ اب لوگ جناب اسپیکر سفر نہیں کرتے بلکہ ہمارے سڑکوں پر گاڑیاں سفر کرتی ہیں۔ اس کی

بنیادی وجہ یہ ہے جناب اسپیکر یہ ہے کہ کوئٹہ شہر میں رہائشی، کاروباری، کمرشل علاقے بالکل ایک دوسرے

سے منسلک ہو گئے۔ جہاں کاروباری علاقے ہوتے ہیں وہاں رہائشی بھی ہوتے ہیں۔ جہاں رہائشی ہوتے

ہیں وہ کمرشل ہوتے ہیں۔ اور جناب اسپیکر اس کے علاوہ بہت سارے شہر میں تجاوزات بھی ہیں۔ جہاں پر

گاڑیوں کی پارکنگ ہونی تھی وہاں پر تجاوزات بن گئے ہیں۔ اور کوئٹہ شہر لاکھوں عوام کا شہر ہے اس شہر میں

باقاعدہ پبلک ٹرانسپورٹ موجود نہیں ہے جناب اسپیکر۔ دُنیا بھر میں پبلک ٹرانسپورٹ ہوتی ہے جس میں

بیک وقت ایک وہیکل میں پچاس، سو لوگ سفر کرتے ہیں۔ اب یہاں پر پبلک ٹرانسپورٹ نہ ہونے کی وجہ

سے اگر گھر میں چار بھائی ہیں ان کے پاس چار گاڑیاں ہوں گی اور یہ چار گاڑیاں یہ موٹر سائیکل باقی

گاڑیاں وہ سڑکوں پر چلتی ہیں، جس کی وجہ سے آپ کا پورا شہر اُس کا نظام مفلوج ہو کر رہ گیا۔ جناب اسپیکر

ابھی حال ہی میں ایک سروے ہوا تھا BUITEM نے کیا تھا جہاں پر ان کا شعبہ ہے انہوں نے

2010ء سے لیکر کے 2020ء تک یہاں جتنے بھی دہشتگردی کے واقعات ہوئے ہیں اُس میں اتنے لوگ

نہیں مرے ہیں جتنے روڈ ٹریفک ایکسیڈنٹ یعنی آر ٹی آئی میں جتنے لوگ یہاں سڑکوں میں جسے ہم قاتل

روڈ کہتے ہیں آپ کا کوئٹہ، کراچی آپ کا کوئٹہ، ژوب آپ کا کوئٹہ، چمن آپ کا کوئٹہ، لورالائی اس پر جتنی شہادتیں ہوئی ہیں۔ اور کوئٹہ نوشکی، تفتان پر ایک خاندان کے آٹھ لوگ جناب اسپیکر شہید ہو گئے۔ تو اس کے لئے پورا ایک ایسا نظام develop کرنا ہو گا تاکہ یہ پورا سسٹم بھی چلے اور اس کے لئے جناب اسپیکر جس طرح کراچی میں ابھی وہ شروع کر رہے ہیں گرین لائن بس سروس۔ اس کے علاوہ لاہور، ملتان، پنڈی، اسلام آباد میں جناب اسپیکر! انہوں نے میٹرو بس سروس کا وہاں پر افتتاح بھی کیا۔ اور وہاں پر چل بھی رہی ہے۔ اور آپ کو پتہ ہے جناب اسپیکر! یہاں پر دن میں دو ڈھائی لاکھ لوگ ان بسوں کے ذریعے پنڈی اور اسلام آباد اور لاہور میں الگ الگ دو یا ڈھائی لاکھ لوگ اس میں سفر کرتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ گاڑیوں میں جائیں، وہ میٹرو میں سفر کرتے ہیں۔ دنیا میں آپ نے دیکھا ہے کہ underground میٹرو ہوتی ہیں۔ ٹرام باقی چیزیں ہوتی ہیں تو پبلک ٹرانسپورٹ کو انہوں نے اتنا بڑھایا ہے۔ پرائیویٹ سیکٹر کی بجائے پبلک ٹرانسپورٹ کو انہوں نے بڑھایا ہے۔ جناب اسپیکر! ہمارے پاس اس وقت کوئی سروے نہیں ہے۔ کہ ہماری سڑکوں کی کیا پوزیشن ہے کتنی گاڑیاں ہمارے پاس ہیں کتنے موٹر سائیکل ہمارے پاس ہیں اور ان گاڑیوں کے لئے ہمیں کہاں پر پارکنگ کرنی چاہیے۔ میں جناب اسپیکر! حکومت کو یہ تجویز دینا چاہتا ہوں پی اینڈ ڈی کے منسٹر صاحب بیٹھے ہیں ان سے related بھی ہے کہ اس کے لئے آپ ایک high power traffic engineering management bureau بنائیں۔ اور اس کے لئے یہاں پر اسمبلی میں آپ قانون سازی بھی کر سکتے ہو۔ اور یہ کسی بھی ڈیپارٹمنٹ کے ماتحت نہ ہو۔ یہ جو آپ بنا رہے ہو high power traffic management bureau committee یا جو بھی نام دیں گے اس کی ہائی پاور ہونی چاہیے۔ یہ کسی پولیس کے under کسی C&W کے under کسے دوسرے کے under نہیں ہونا چاہیے اس کو اپنے طور پر کام کرنا چاہیے۔ دوسری میری تجویز یہ ہے کہ ٹریفک انجینئرنگ بیورو کے پاس ٹریفک کا نظام، ٹرانسپورٹیشن کا نظام اور انجینئرز اور ٹریفک پولیس کے تمام نظام اس کے اندر ہونا چاہیے۔ جو روزانہ کی بنیاد پر ٹریفک کے نظام کو دیکھ سکیں۔ جناب اسپیکر! اس کے علاوہ دنیا بھر میں یہ ہوتا ہے کہ جہاں بھی نئے بلڈنگز بنتے ہیں، جہاں بھی نئی آبادیاں بنتی ہیں وہ مشاورت کرتے ہیں ہر قسم کے نئے پروجیکٹس جو

بنیں گے یا بلڈنگ کی منظوری ہوگی وہ اس کے لئے پہلے آپ اسکی impact assessment کریں۔ رپورٹ منگوائیں کہ اس سے یہ محلہ بن رہا ہے یہ دوکانیں بن رہی ہیں۔ اس میں اتنی گاڑیاں آئیں گی۔ اتنے موٹر سائیکلیں آئیں گے۔ آیا یہ شاہراہ اتنے موٹر سائیکل اتنی گاڑیوں کو سنبھال سکیں گے؟۔ اس کے لئے آپ نے assessment پہلے کرنی ہے اس management bureau کے ذریعے۔ اور جناب اسپیکر! ابھی جو موجودہ نظام ہے اس کو بہتر کرنے کیلئے ایک جامع ٹریفک منجمنٹ پلان ہو۔ اور اس کو فوری طور پر نافذ ہونا چاہئے۔ جناب اسپیکر! چونکہ میں خود کوئٹہ سے belong کرتا ہوں۔ آپ یقین کریں جب میں گھر سے نکلتا ہوں شہر تک مجھے ایک گھنٹہ لگتا ہے اور اُس دن میں پشین سے روانہ ہوا، میں آدھے گھنٹے میں کوئٹہ شہر پہنچ گیا۔ تو جناب اسپیکر! اس وجہ سے کہ یہاں پر ٹریفک کا رش رہتا ہے۔ تو میری جو قرارداد ہے، میں پی اینڈ ڈی کے منسٹر صاحب ہیں، باقی منسٹرز ہیں، حکومت بیٹھی ہوئی ہے، آپ مہربانی کریں اس ٹریفک کو رواں دواں کرنے کیلئے آپ traffic engineering management bureau بنادیں۔ میری گزارش ہوگی منسٹر پی اینڈ ڈی سے کہ وہ اس بارے میں مجھے اپنا رد عمل بھی دکھائیں کہ حکومت اس حوالے سے کوئی ارادہ رکھتا ہے یا نہیں۔

جناب قائم مقام اسپیکر: شکر یہ نصر اللہ خان زیرے صاحب۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر منصوبہ بندی و ترقیات): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ہمارے معزز دوست نصر اللہ صاحب نے اچھی قرارداد پیش کی ہے اور واقعاً کوئٹہ میں ٹریفک کے بڑے مسائل ہیں اگر اس کو ہم دو حصوں میں لیں۔ ایک تو ٹریفک کنٹرول نظام ہے۔ وہ بھی کوئی اچھا نظام اس شہر میں نہیں بن سکا ہے۔ جسکی وجہ سے آئے روز conjunction ہیں اور accidents ہوتے رہتے ہیں اور لڑائی جھگڑے بھی سڑکوں پر ہوتے رہتے ہیں اس کے علاوہ کوئٹہ چیک جو پانچ یا چھ سالوں سے چل رہا ہے اُس پر بھی کوئی خاطر خواہ کام نہیں ہوا ہے جس میں سڑکوں کی چوڑائی اور کوئٹہ کی مختلف سڑکیں ہیں جن کو چوڑا کرنے کا پروگرام ہے اُس میں کچھ compensation کے issues تھے لوگوں کے واقعے کروڑوں کی املاک تھی وہ جارہی تھی جس پر لوگوں کے اعتراضات تھے ممبر صاحبان کے بھی اعتراضات تھے لیکن بروقت اس کو حل نہیں کیا گیا۔ چونکہ اب نئی گورنمنٹ بنی ہے اور تقریباً تمام وزراء جو ٹریفک کے حوالے سے متعلقہ

ہے ٹرانسپورٹ، سی اینڈ ڈبلیو، اور پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ وہ ابھی تک بریفنگ لے رہے ہیں تو انشاء اللہ کوئٹہ پیکج ہے اُسکو ہم review کریں گے ان کے جتنے بھی مسائل ہیں اُن کو حل کرنے کی کوشش کریں گے جو معاوضہ کا معاملہ ہے سریاب روڈ پر اور باقی جگہوں پر تو اُن کو بھی حل کریں گے۔ ترقی ہمیشہ لوگوں کیلئے ہوتی ہے وہ ترقی ہر جگہ اُس کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے جس میں لوگوں کو نقصان ہو۔ تو اس concept کو لیتے ہوئے انشاء اللہ ہم اس کو آگے بڑھائیں گے سڑکیں چوڑی ہو جائیں گی۔ تو ضرور ٹریفک میں کچھ نہ کچھ بہتری آ جائیگی۔ دوسرا کوئٹہ میں ماس ٹرانزٹ نظام کی ضرورت تھی۔ لیکن بد قسمتی سے کوئی پلاننگ نہیں ہوئی ہے کہ کوئٹہ کے جو عام شہری ہیں، ہر کوئی جو ہے گاڑیاں نہیں ہیں جو بغیر سواری کے ہیں اور دنیا میں جو ماس ٹرانزٹ ہے وہ ہر جگہ encourage ہوتی ہے جو خصوصاً اچھے اور ترقی یافتہ شہر ہیں، دنیا کے، اُن میں سب سے اچھی خاصیت اُنکا جو ہے ماس ٹرانزٹ ہے جہاں پر شہریوں کو آنے جانے میں آسانی ہوتی ہے۔ اور سفر جو ہے انتہائی کم خرچہ میں ہوتا ہے۔ تو اس پر بھی ہم ضرور سوچ و بچار کریں گے کہ کس طرح ایک نظام کوئٹہ کے حوالے سے متعارف کیا جائے۔ تو یہاں پر کامیاب ہوں۔ اور جہاں تک ٹریفک کنٹرول کا نظام ہے، اس کے حوالے سے کوئی خاص update تو میں نے نہیں لیا ہے لیکن ہم ضرور جس طرح ہمارے معزز رکن نے اچھی تجویز دی کہ ہمیں ایک high power committee بنانی چاہیے جو ٹریفک کے نظام کو دیکھ سکے۔ تو اُس حوالے سے بھی جو ہیں وزیر اعلیٰ صاحب آئیں گے، تو اُن کے ساتھ مشاورت کریں گے اور انشاء اللہ کوئٹہ میں بہتر نظام بنانے کی کوشش کریں گے اور کوئٹہ ہمارا واحد شہر ہے جو باقی پاکستان کے شہروں کے مقابلے میں جو آبادی کے حوالے سے میں بات کر رہا ہوں آپ کہہ سکتے ہیں باقی تریب خضدار، ژوب، لورالائی وہ بھی ڈویلپمنٹ شہر ہیں لیکن جو آبادی کوئٹہ کی ہے جو ضرورتیں کوئٹہ کی ہیں وہ باقیوں کی شہر میں اتنی نہیں ہیں۔ تو انشاء اللہ و تعالیٰ اس حکومت کی بھرپور توجہ اس شہر پر ہے اور ہماری کوشش یہ ہے کہ یہاں کے شہریوں کو ایک بہتر اور اُن کی ضرورت کے مطابق سہولت دے سکیں۔ شکر یہ۔

جناب قائم مقام اسپیکر: شکر یہ بلیدی صاحب۔ آیا قرارداد نمبر 124 منظور کی جائے؟

جناب قائم مقام اسپیکر: قرارداد نمبر 124 منظور ہوئی۔

جناب قائم مقام اسپیکر: جی جناب زاہد علی ریکی صاحب آپ اپنی قرارداد نمبر 125 پیش کریں۔

میرزا بدلی ریکی: شکر یہ جناب اسپیکر صاحب۔ ہر گاہ کہ واشنگ جو رقبہ کے لحاظ سے بلوچستان کا سب سے بڑا منتشر آبادی اور پسماندہ ترین اضلاع میں شمار ہوتا ہے کو ہر دور میں نظر انداز کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اس جدید دور میں بھی وہاں پاسپورٹ آفس کا قیام عمل میں نہیں لایا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہاں کے عوام کو پاسپورٹ کے حصول کی خاطر صوبہ کے دُور دراز دیگر اضلاع میں جانا پڑتا ہے جس کی وجہ سے انہیں سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ وہ صوبہ کے دیگر اضلاع کی طرح واشنگ میں بھی پاسپورٹ آفس کے قیام کی بابت عملی اقدامات اٹھانے کو یقینی بنائے تاکہ وہاں کے لوگوں کے پاسپورٹ کے حصول میں درپیش مشکلات کا خاتمہ ممکن ہو سکے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: جی اسکی admissibility کی وضاحت فرمائیں۔

میرزا بدلی ریکی: جناب اسپیکر! واشنگ میں، میں کہتا ہوں بلوچستان میں رقبہ کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر ہے۔ پاسپورٹ آفس مختلف ڈسٹرکٹس میں ہیں چنگور، تربت میں بھی ہیں۔ نوشکی میں بھی ہے۔ ہمارے ڈسٹرکٹ میں، یہ لوگ کوئٹہ آتے ہیں یہاں پر ہزاروں روپے خرچ کرتے ہیں بیٹھتے ہیں تکلیف اور مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں۔ یہ 2016ء میں جناب اسپیکر صاحب آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں 2016ء میں پاسپورٹ آفس کا خالی اعلان ہوا تھا، وہاں پر ایک کمپیوٹر وغیرہ لایا گیا مگر ابھی تک فعال نہیں ہے۔ نہ کوئی اسٹاف وہاں تعینات ہے نہ کوئی بندے آئے ہیں۔ ابھی میرے خیال سے بجائے اُسے اوپن کرنے کے لئے اسٹاف بھیجیں۔ میرے خیال سے وفاق کی طرف سے پاسپورٹ کے جو انچارج یہاں بلوچستان میں ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم کلوز کرنا چاہتے ہیں میں نے اُن سے کہا کہ 16-2015ء میں آپ نے وہاں ایک کمپیوٹر رکھوایا اور شوٹا کیا تو اس سے بہتر تھا کہ آپ وہاں نہیں آتے۔ تو جناب اسپیکر میں ایوان سے تمام اپنے دوستوں سے یہی ریکویسٹ کرتا ہوں کہ اس پاسپورٹ آفس کا قیام کیا جائے اور اسے فعال کیا جائے اور وہاں اسٹاف بھیجیں کہ تحصیل مائیکل ایک ایران بارڈر کے پاس ہے اس طرح آپ کا پیسہ یونین کونسل شنگر، ناگ، دُور دراز علاقے ہیں۔ کم از کم واشنگ میں آ کے یا دو دن یا تین دن وہاں پر رہ کے اپنے پاسپورٹ کو بنوائیں۔ جناب اسپیکر صاحب! میں اس ایوان سے اس کی بھرپور تعاون کا خاص

طور پر ہمارے فنانس منسٹر بیٹھے ہیں فنانس نہیں ابھی الحمد للہ پی اینڈ ڈی ہو گئے ہیں اور ابھی تو میرے خیال سے وہ دل کھولیں واشٹک کے لئے۔ ہاں جناب اسپیکر صاحب دل کھول دیں ایسا کھول دیں دل یہ پی اینڈ ڈی خالی واشٹک کے حوالے کریں جناب منسٹر صاحب۔ میں اُن کا مشکور ہوں جناب اسپیکر صاحب ظہور صاحب کا انہوں نے آتے ہی چارج لیتے ہی اُس نے کہا کہ میں واشٹک ٹو ناگ، واشٹک ٹو ناگ پچاس کلو میٹر ہے۔ باقاعدہ اُس نے کہا کہ انشاء اللہ میں کوشش کروں گا کہ وفاق سے ہو یا صوبہ سے ہو مجھے اُمید ہے اُس سے بڑے توقعات ہیں واشٹک کے عوام کے، ظہور صاحب ایک بلوچ ہیں اور اس گورنمنٹ سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں جناب اسپیکر صاحب۔

جناب قائم مقام اسپیکر: شکر یہ زابد علی ریکی صاحب۔

میر زابد علی ریکی: جناب اسپیکر! شکر یہ۔

جناب قائم مقام اسپیکر: جی میرے خیال سے اس قرارداد پر کسی کو بھی اعتراض نہیں ہو گا یہ واشٹک کے لوگوں کا ایک بنیادی حق ہے۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات: جناب اسپیکر! یہ بھی ایک انتہائی اہمیت کی حامل قرارداد ہے واشٹک کی بات جو ہمارے معزز رکن کر رہے ہیں اگر پسماندگی کے حوالے سے دیکھا جائے تو بلوچستان میں پسماندہ ترین ضلع ہے۔ جہاں پر سروس ڈیلیوری تو گجا سڑکیں بھی نہیں ہیں۔ جس کی وجہ سے عوام کافی پریشان ہیں۔ پاسپورٹ بھی ایک اہم سروس ہے۔ جہاں پر ہمارے لوگ بیرون ملک سفر کرتے ہیں۔ حج کے حوالے سے یا کسی اور طرف کو۔ تو اُس میں وزیر اعلیٰ صاحب ملے ہیں پرانے امیگریشن اینڈ پاسپورٹ کا دورہ کیا ہے کوئی یکم نومبر کو اور وہاں کے جو ڈی جی ہیں نعیم رؤف صاحب، اُن کے ساتھ تفصیلی بات چیت کی ہے۔ اور ابھی بلوچستان کے 29 اضلاع میں پاسپورٹ کے دفاتر بن گئے ہیں جہاں لوگ اپنا پاسپورٹ وغیرہ بنوا رہے ہیں اور اُن کو بڑی سہولت ملی ہے۔ واشٹک، آواران اور ایک دو اور اضلاع ہیں جن میں ابھی تک یہ سہولیات میسر نہیں ہیں۔ لیکن امیگریشن اینڈ پاسپورٹ کے ڈائریکٹر جنرل نے یہ وعدہ کیا ہے کہ باقی بھی اضلاع میں پاسپورٹ کے دفاتر کا قیام عمل میں لایا جائے گا اور اس حوالے سے جو عمارت ہے اُسکی بھی تعمیر کی جائے گی اور پھر انشاء اللہ اُمید ہے کہ جلد یہ سروس بھی واشٹک میں شروع کی جائے گی۔

جناب قائم مقام اسپیکر: شکر یہ ظہور بلیدی صاحب۔ آیا قرارداد نمبر 125 منظور کی جائے؟
جناب قائم مقام اسپیکر: قرارداد نمبر 125 منظور ہوئی۔
جناب قائم مقام اسپیکر: اب اسمبلی کا اجلاس بروز سوموار مورخہ 22 نومبر 2021ء بوقت تین بجے
سہ پہر تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس شام 05 بجکر 17 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)

